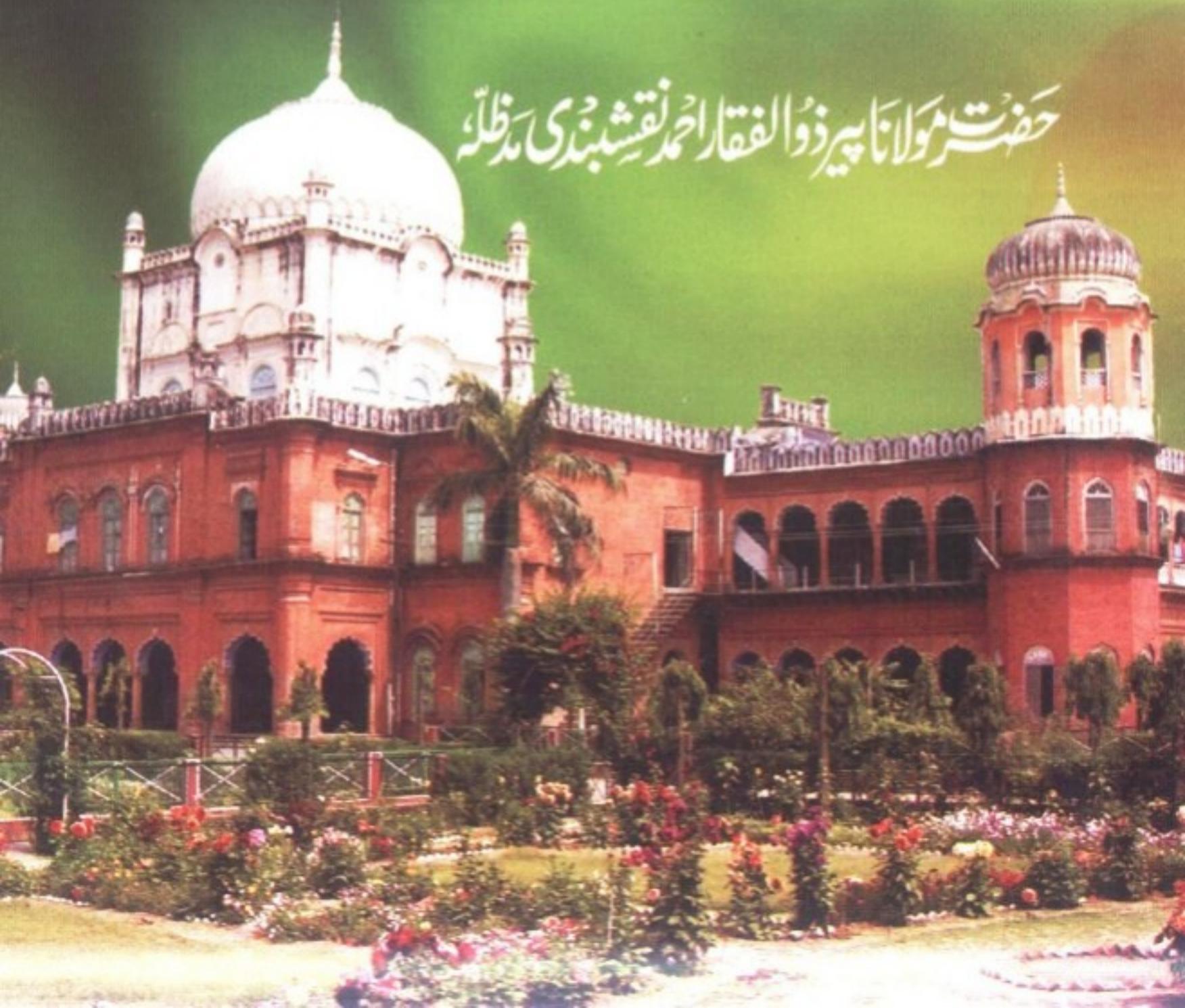


# علاءٰ در بیگنگا

# نارکی سیستان

حَفْتَ مَوَالَانَا پِرِ ذُو الْقَعْدَةِ اَحْمَدْ قِشْبَنْدِي اَمْظَاهَرْ



سُبْحَانَ اللَّهِ  
وَتَعَالَى

علمائے دیوبند کا  
تاریخی پس منظر

مصنف

حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر

کتب خانہ فخریہ دیوبندیوپی

کتابت کے جملہ حقوق بحق کتب خانہ فخریہ، دیوبند محفوظ ہیں

### ﴿تفصیلات﴾

نام کتاب : علمائے دیوبند کا تاریخی پس منظر

مصنف : حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

تعداد : گیارہ سو

باہتمام : فرید الحسن

ناشر : کتب خانہ فخریہ، دیوبند

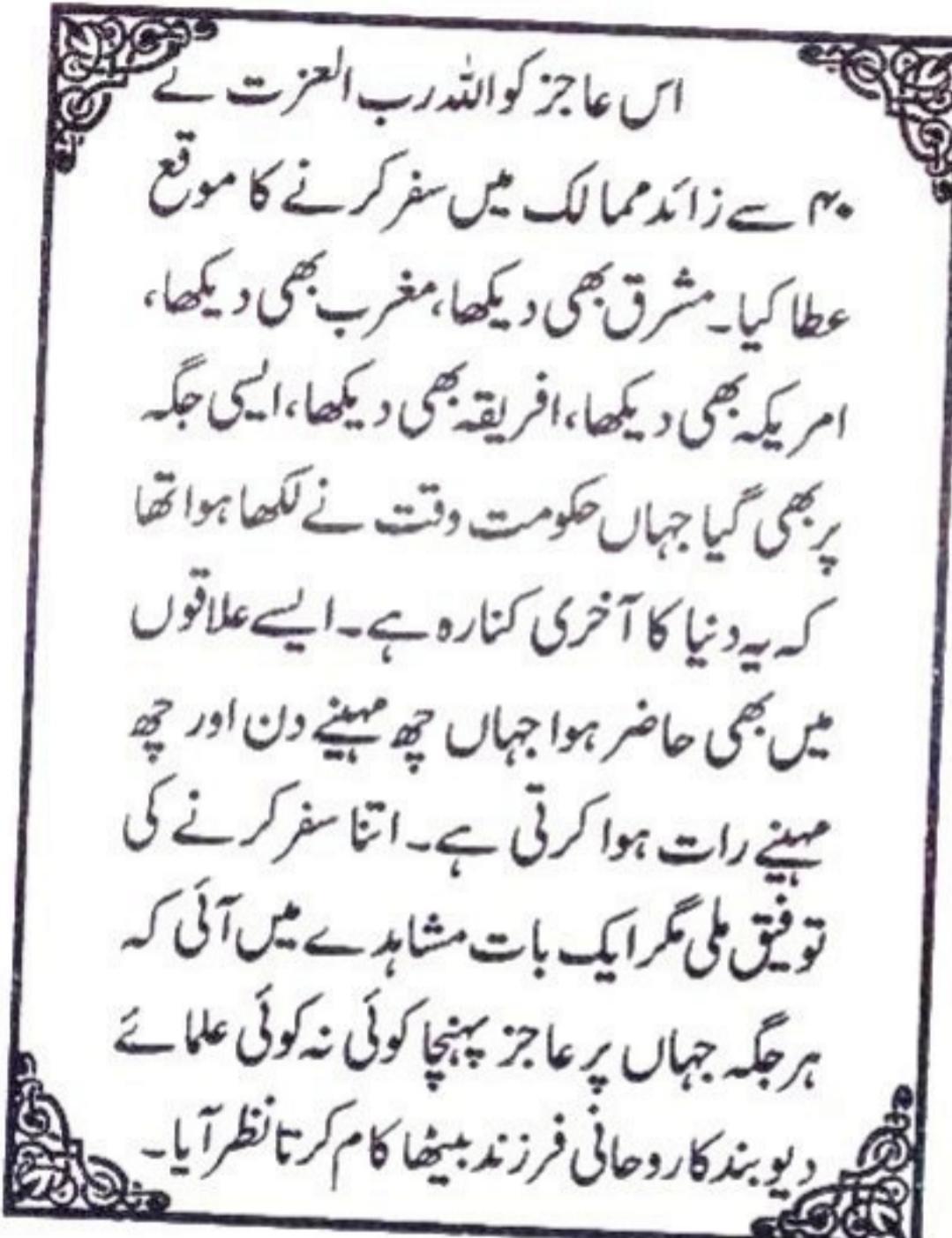
کمپیوٹر کتابت : آرٹ لائنز (عمرانی) لال مسجد، دیوبند، یوپی

﴿ملنے کا پتہ﴾

**کتب خانہ فخریہ، دیوبند**

K.K. FAKHRIYA DEOBAND

موبائل : 09359230484



## علمائے دیوبند کا تاریخی پس منظر

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ كَفَى وَ سَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى إِنَّمَا بَعْدَ  
فَاغْوَذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝  
وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَ كَانُوا عَلَيْهِ  
شُهَدَاءٍ ۝ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي مَقَامِ آخِرٍ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ  
الْعُلَمَاءُ ۝ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي مَقَامِ آخِرٍ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْنَوْا مِنْكُمْ  
وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۝ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝  
وَسَلَّمٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

## ظاہری اور باطنی علوم کا سنگم

علمائے کرام کے اس اجتماع میں اپنے اسلاف سے متعلق باتیں کرنے کا ارادہ ہے۔ جس طرح ہمارا روحانی رشتہ سینہ بے سینہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے اور شجرہ کھلاتا ہے اسی طرح ہمارا علمی تسلسل بھی ہے جو اکابرین علمائے دیوبند سے ہوتا ہوا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔ ہمارے اکابرین علمائے دیوبند علمی اور روحانی دونوں نسبتوں کے حامل کامل تھے۔ جب درک حدیث دینے پڑتے تو عسقلانی اور قسطلانی نظر آرہے ہوتے تھے اور جب کبھی مندار شاد پڑتے تو جنید اور بایزید نظر آتے تھے۔ اللہ رب

العزت نے ان کو دونوں علوم سے نوازا تھا۔ وہ حقیقت میں ”مرج البحرين“ تھے۔ وہ ظاہری علوم اور باطنی علوم کا سنگم تھے۔ ان کی قربانیوں کی وجہ سے انگریز کے دور میں بھی دین محفوظ رہا ہے۔ اسی بنا پر ہم آج اس دین پر عمل کرنے کے قابل ہیں۔

## علمی ورثتہ کی حفاظت

دنیا کے دوسرے ممالک کو دیکھئے الہانیہ، بوسنیا اور کوسووا جہاں پر غیر مسلموں نے غلبہ کیا وہاں مسلمانوں کی زندگیوں میں سے علم بالکل ختم ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ وہاں لوگوں کو کلمہ پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ جب کہ اس برصغیر میں انگریز کی دوسو سال کی حکومت بھی ہم سے علمی ورثتہ چھین گئی۔ یہ دین والی نعمت باقی رہی اور الحمد للہ آج ہم اس دین کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔

## فرنگی تہذیب کے خلاف کارروائیاں

یہ حفاظت بھلا کیسے ہوئی؟ اس کے پیچھے لاکھوں علماء کی قربانیاں موجود ہیں۔ کچھ عشق تو وہ تھے جو جان کے نذرانے پیش کر گئے اور کچھ وہ تھے کہ جنہوں نے فرنگی تہذیب کے خلاف زندگی گزار کریا پا بند سلاسل بوکر مشکلات میں زندگی گزاری مگر دین کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ چنانیوں پر میٹھنے والے ان حضرات نے اپنے لئے بھی غربت برداشت کی اور اپنی اولاد کے لئے بھی مگر دین کی حفاظت کر گئے۔ ہر طالب علم کو اپنے اسلاف کی اس تاریخ کا علم

ہونا ضروری ہے۔ علماء حضرات تو پہلے ہی جانتے ہیں تاہم اپنا سبق یاد کرنے کی خاطر یہ عاجز آج اپنے ان اسلاف کی باتیں عرض کرے گا۔

### ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد

۱۶۰۱ء میں انگریزوں کا ایک قافلہ داسکوڈے گاما کی سربراہی میں بھی کے ساحل پر اترا اور اس نے مغل بادشاہوں سے کہا کہ ہم یہاں پر تجارت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی مادی ترقی نے وقت کے حکمرانوں کو بڑا متأثر کیا۔ چنانچہ انہوں نے دل کھول کر ان کو خوش آمدید کہا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر ایک فرم بنی جس کے دفاتر مختلف علاقوں میں کھولے گئے۔ ۱۰۰ اسال کے عرصے میں اس کی تجارت اتنی چمکی کہ اکثر ویشتر تجارتی معاملات اس کی مشتمی میں آگئے۔

### انتظامی امور و مذاہلت

جب انگریز نے دیکھا کہ تجات پر اس نے قابو پالیا ہے تو اس نے انتظامی امور میں بھی عمل دخل شروع کر دیا۔ چنانچہ ۱۷۰۱ء تک ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے پرچم لہرار ہے تھے۔ انگریز چھوٹے چھوٹے علاقوں کا نظام اپنے ہاتھ میں لے رہا تھا۔ ظاہر میں تجارت تھی لیکن اندر نیت یہ تھی کہ ہمیں بالآخر اس ملک پر قابض ہونا ہے۔ فرنگی ان کاموں کو اتنی چالا کی، عیاری اور ہوشیاری سے کر رہا تھا کہ وقت کے حکمرانوں نے اس کا اور اک نہ کیا۔ ۱۷۳۰ء تک انگریز چار مختلف صوبوں کا گورنمنٹ چکا تھا۔ قدرت کے کچھ فیصلے ہوتے ہیں۔

### شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

ایک طرف فرنگی کو ششیں اتنی زیادہ ہو رہی تھیں تو رب کریم نے دوسری طرف ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بندے کو پیدا کیا۔ چنانچہ دہلی کے ایک بزرگ عالم شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک بیٹا ہوا۔ جن کا نام انہوں نے ولی اللہ رکھا۔ ۲۰۲۰ء میں شاہ ولی محمدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ انگریزوں کے اس ملک میں آنے کے پورے ایک سو سال بعد شاہ ولی اللہ محمدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

### اکتساب علم

جب اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ تو مقامی علماء سے جو علم حاصل کرنا تھا کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور انہوں نے وہاں شیخ ابو طاہر مدینی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ شاہ ولی اللہ وہ عالم دین ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ جن کی کتابیں ”حجۃ اللہ البالغہ، تنبیہات الہیہ، فیوض الحرمین، اکثر علماء کی نظر وہ سے گزری ہوں گی۔ انہوں حر میں شریفین سے واپس ہندوستان آ کر باقاعدہ دین کی تعلیم و مدرسیں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

### شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے

اللہ رب العزت نے انہیں فرزند ارجمند عطا کئے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالغفرنی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ

## علمائے دیوبند کا تاریخی پس منظر

بلکہ اپنی تہذیب کو بھی یہاں پڑھونس کر اپنا طرز زندگی بھی دینا چاہتے ہیں۔ اس شعور کے پیدا ہونے کے بعد دوسرے علمائے کرام نے بھی اس حقیقت کو محسوس کیا کہ ہمیں فرنگی سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔

## معرکہ سرنگا پٹم

چنانچہ ۱۸۷۲ء میں سرنگا پٹم میں حیدر علی کے بیٹے سلطان ٹپو نے انگریزوں کے خلاف جنگ لڑی۔ یہ دل میں دین کا درود رکھنے والا بندہ تھا۔ وہ اپنے کئی فوجیوں کو لے کر انگریز کے ساتھ نہر آزمہ ہوا مگر اس کی فوج کے اندر ایک منافق بھی تھا جس کا نام میر صادق تھا۔ انگریزوں نے میر صادق کو ۹۰۰ کی تھی۔ اِتَّقُوا فَرَاسَةُ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْطُرُ بِنُورِ اللَّهِ۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ فرنگیوں کے ارادے خطرناک ہیں۔ یہ ہم سے فقط ہماری دنیا ہی نہیں لینا چاہتے بلکہ ہمارا دین بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۷۲ء میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرنگیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا کہ ان کو ملک سے نکالا اور آزادی حاصل کرو کیوں کہ یہ مسلمانوں کے اوپر فرض ہو چکا ہے۔

## جنگ پلاسی

جب انگریزوں نے میسور پر قبضہ کر لیا تو وہ بڑے مطمئن ہوئے کہ چلو مسئلہ حل ہو گیا۔ مگر اس کے کچھ عرصہ بعد نواب سراج الدولہ نے انگریز کے ساتھ پلاسی کی جنگ لڑی۔ اس کی فوج میں بھی ایک منافق تھا جس کا نام میر جعفر تھا۔ اس کو انگریز نے حسب عادت مالی و دولت کا لائق دیا تو اس نے سارے راز ان کو بتا دیئے۔ چنانچہ ۱۸۷۲ گھنٹے کے اندر یہ جنگ پلاسی بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچی اور انگریز اس میں بھی غالب رہا۔

رفع الدین رحمۃ اللہ علیہ یہ سب آفتاب اور ماہتاب تھے۔ ”ایس خانہ ہمه آفتاب است“ کے مصدق تھے۔ شاہ رفع الدین اور شاہ عبدال قادر نے اردو زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔ ۱۸۷۲ء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی وفات ہوئی۔

## انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ

اس کے بعد ان کے بڑے فرزند شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ان کی مند پر بیٹھے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو التدبیر العزت نے فراست مومنانہ عطا کی تھی۔ اِتَّقُوا فَرَاسَةُ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْطُرُ بِنُورِ اللَّهِ۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ فرنگیوں کے ارادے خطرناک ہیں۔ یہ ہم سے فقط ہماری دنیا ہی نہیں لینا چاہتے بلکہ ہمارا دین بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۷۲ء میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرنگیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا کہ ان کو ملک سے

## فتاویٰ کا نتیجہ

چنانچہ ۱۸۷۲ء کے اس فتوے کے بعد جتنی بھی آزادی کی تحریکیں چلیں وہ دراصل اس فتویٰ کا نتیجہ تھا۔ تحریک ریشمی رومال، جنگ آزادی، تحریک ترک موالات اور تحریک بالا کوٹ یا اس طرح کی جتنی بھی کوششیں تھیں وہ سب کی سب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا نتیجہ تھیں۔ مسلمانوں کے اندر ایک شعور پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ فرنگی لوگ فقط اپنی تجارت ہی نہیں چمکانا چاہتے

## رنجیت سنگھ کی تعیناتی

جب انگریز نے میسور اور پلاسی کی یہ جنگیں جیت لیں تو اس نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہ تحریکیں کیوں کھڑی ہو رہی ہیں۔ ان کا کچھ پکا بند و بست کرنا چاہئے تاکہ آئندہ ہمارے خلاف کوئی تحریک کھڑی ہی نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کے اوپر اپنا شکنجه کیا اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اگر میں مسلمانوں پر بلا واسطہ مظالم ڈھاؤں گا تو وہ انگریزوں کے اور زیادہ مخالف بن جائیں گے۔ چنانچہ ۱۸۲۲ء میں اس نے رنجیت سنگھ کو پنجاب کا گورنر بنادیا۔

## رنجیت سنگھ کے مظالم

رنجیت سنگھ نے انگریز کے اشارے پر مسلمانوں کا وہ برا حشر کیا کہ جس کو پڑھ کر انسان کے رو نگئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ علماء کو قتل کیا، مسلمانوں کی عورتوں کو بے آبرو کیا، ان کی جائیدادیں اور املاک کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جس طرح سے بھی وہ مسلمانوں کو پریشان کر سکتا تھا اس نے کرنے میں کوئی کمی نہ کی۔ ۲ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

## سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد

بالآخر دل میں دین کا در در کھنے والے ایک بزرگ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اب کسی نہ کو قربانی دینا ہو گی تاکہ مسلمانوں کو ان مصیتیوں

سے نجات مل سکے۔ لہذا وہ اور ان کے شاگرد شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کے ساتھ تقریباً ۹۰۰ کے قریب مجاہدین اور ۱۰۰،۰۰۰ مریدین تھے۔ انہوں نے انگریز کے خلاف قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا اور بدرہ خیبر کے راستے پشاور کے اندر داخل ہوئے۔ پہلے حملے میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور کو فتح کر لیا۔

## شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد

اس کے بعد شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور کے چوک میں کھڑے ہو کر شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا، شراب کی بندش کا اعلان کیا، یہ کیم میں اتوار کا دن تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ۲۷ مئی ۱۸۷۷ء میں حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جوانہی کے روحاں فرزند تھے جب اللہ رب العزت نے ان کو وہاں کا چیف مفسر بنایا تو انہوں نے بھی پشاور کی اسی جگہ پر شراب کی بندش کا اعلان کیا۔ وہ بھی کیم میں اتوار کا دن تھا۔ پشاور پر فتح حاصل کرنے کے بعد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قافلہ آگے بڑھا۔ شنکیاری اور اکوڑہ خٹک کو فتح کرتے ہوئے بالا کوٹ کی طرف بڑھا۔

## سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا دوٹوک جواب

پنجاب کے گورنر رنجیت سنگھ نے پیغام بھیجا کہ امک سے ادھر کا علاقہ تم سنجالا اور ادھر کا علاقہ ہم سنجالاتے ہیں۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے زمین کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے لوگوں کے دین کی ضرورت ہے۔ میں تو دین کی حفاظت کے لئے یہ قدم اٹھا چکا ہوں۔ میں اپنے قدم بڑھاؤں گا یا تو

مجھے فتح نصیب ہوگی یا پھر مجھے شہادت نصیب ہوگی۔

### دوجر نیلوں کی شہادت

چنانچہ انگریز کی ایماء پر رنجیت سنگھ نے اپنی فوج لے کر وہاں مقابلے کے لئے آگیا۔ بالاکوٹ کے قریب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پڑاؤڈا لا ہوا تھا۔ انگریز نے مقامی دیہاتوں کو لالج دے کر ان سے معلومات حاصل کیں اور تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا۔ ۵ رسمی کو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہوئی تو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پھر انگریز سے جنگ کرنی شروع کر دی۔ چار دن یہ معرکہ ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ ۹ رسمی کو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی شہید کر دئے گئے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کی قبور آج بھی بالاکوٹ میں موجود ہیں۔

### شاہ اسماعیل کی کرامت

تاریخ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہوا ہے کہ جب شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ چاروں طرف سے گھیر لئے گئے تو ایک سکھ نے نبی علیہ اصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہے اور دوسرے نے ان کے اوپر ٹکوار تان لی۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں عشق رسالت کی ایسی کیفیت تھی کہ آپ ان نازیبا الفاظ کو سن کرتے پڑھے اور آپ نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ میں تیرا کام تمام نہیں کر لوں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کے اوپر خجرا لہرایا مگر دوسرے سکھ نے آپ پر ٹکوار کا واڑ کیا،

آپ کا سر آپ کے تن سے جدا ہو کر گر گیا۔ عجیب بات ہے کہ بدن چوں کہ حرکت میں آچکا تھا اور ہاتھ میں خجرا تھا لہذا بدن بغیر سر کے اس کے پیچھے بھاگتا رہا۔ جب سکھ نے دیکھا کہ بغیر سر کے یہ بدن میری طرف بھاگ رہا ہے تو وہ ڈر کے مارے پیچھے گرا۔ آپ اس کے اوپر گرے اور آپ کا خجرا اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس طرح آپ کی قسم اللہ رب العزت نے پوری فرمادی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ہاں ان کا وہ مقام ہوتا ہے کہ جب وہ قسم کھالیا کرتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کی قسم کو پورا کر دیا کرتے ہیں۔ لوا قسم علی اللہ لا بره۔

### شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتب

چنانچہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تفویہ الایمان“ اور ”منصب امامت“ آپ کے یقین کامل کی نشانیاں ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام ”سلک نور“ اب چھپ چکا ہے اور آپ کے دل میں جو عشق رسول ﷺ تھا اس کا اندازہ اس نعتیہ کلام کو پڑھ کر ہوتا ہے۔

### انگریز کے خلاف علمائے دیوبند کا مشورہ

جب انگریز اس میدان میں بھی غالب آگیا تو بقیہ علماء نے ۱۸۵۶ء میں آپس میں مشورہ کیا کہ انگریز کے خلاف ہمیں کوئی اور قدم اٹھانا چاہئے۔ چنانچہ اس میں مولانا جعفر تھانیسری، حضرت حاجی امداد اللہ مہما جرکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا قاسم نانوتوی وغیرہم

حضرات موجود تھے۔ مشورے میں یہ بات آئی کہ ہماری افرادی قوت بہت کم ہے، ہم انگریز کے خلاف کیسے لڑ سکتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا ہماری تعداد غازیاں بدر سے بھی تھوڑی ہے؟ آپ کے ان الفاظ سے دوسرے علماء کے اندر بھی شہادت کا جذبہ جاگ اٹھا چوں کہ یہ ۳۲۳ کی تعداد سے تو زیادہ تھے چنانچہ فیصلہ ہوا کہ جو مرضی ہو، میں انگریز کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

### جنگ آزادی

سال بھر اس مشورہ پر عمل درآمد کی تیاری ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی لڑی گئی، اس کے دو محاذ بنائے گئے ایک محاذ انبالہ میں جس کے قائد مولانا جعفر تھانیسری تھے اور دوسرا محاذ شاہی میں جس کے پہ سالار حاجی امداد اللہ مہا جرگی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مقابلہ ہوا، حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ کو شہادت بھی ملی، حضرت مولانا شید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو زخم بھی آئے چوں کہ انگریز تعداد میں بہت زیادہ تھا اس لئے انگریز کا پلہ بھاری رہا اور علماء کو پھر بھی فتح نصیب نہ ہو سکی۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے و لے اے میر

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

جب یہ مختلف واقعات پیش آئے تو وائرسائے سے برطانیہ کے حکمران نے یہ پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کچھ دنوں کے بعد کوئی نہ کوئی تحریک شروع

ہو جاتی ہے۔ مجھے اس کی وجوہات بتاؤ تاکہ اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کیا جاسکے۔ چنانچہ انہوں نے برطانیہ سے اپنے مبصرین اور تجزیہ نگار بلائے جنہوں نے آکر حالات کا جائزہ لیا اور کہا کہ اس وقت تک تحریکیں اٹھتی رہیں گی جب تک ان تین چیزوں کو ختم نہ کر دیا جائے۔

☆ سب سے پہلے قرآن مجید کو ختم کرنا چاہئے۔

☆ علماء کرام کو ختم کرنا چاہئے۔

☆ جذبہ جہاد کو ختم کرنا چاہئے۔

یہ تین باتیں لب لباب تھیں۔

### علامے کرام کا قتل

چنانچہ انگریز نے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا تین سال کے اندر قرآن پاک کے تین لاکھ نسخہ نذر آتش کر دئے اور ۱۳۰۰۰ علماء کرام کو پہنچی دی گئی۔

تحامسن اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ دہلی سے لے کر پشاور تک جرنیلی سڑک کے دونوں طرف کوئی بڑا درخت ایسا نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش لٹکتی نظر نہ آ رہی ہو۔ بادشاہی مسجد میں پہنچنے والے کا پھنسنے لئے کیا گیا اور دیگر مسجدوں کے اندر علماء کرام کو پہنچی دی گئی۔

تحامسن اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ میں دہلی گیا تو کیمپ میں ٹھہر ا ہوا تھا۔ مجھے وہاں انسانی گوشت کے جلنے کی بدبو محسوس ہوئی۔ میں پریشان ہو کر

اٹھا کہ یہ کیا معاملہ ہے جب یکمپ کے چیچپے جا کر دیکھاتو کچھ انگریزوں نے انگارے جلائے ہوئے تھے اور چالیس علماء کو بے لباس کر کے ان انگاروں کے پاس کھڑا کیا ہوا تھا اور انہیں یہ کہا جا رہا تھا کہ تم ہمیشہ کے لئے ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کرو نہیں تو تمہیں انگاروں پر لٹادیں گے۔ انہوں نے انکار کیا تو چالیس علماء کو انگاروں پر لٹادیا گیا۔ یہ ان کے گوشت جلنے کی بدبو تھی جو خیموں میں بھی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ اسی طرح چالیس علماء شہید ہو گئے تو پھر چالیس اور علماء کو بھی اسی طرح اوپر لٹایا گیا۔

### مولانا احمد اللہ گجراتی کا جواب

مولانا احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم تھے۔ ایک انگریز نے ان سے کچھ عربی سیکھی تھی وہ انگریز اس وقت ان لوگوں میں سے تھا جو مسلمان علماء کو پھانسی دے رہے تھے۔ اس نے مولانا احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ میرے استاد ہیں، آپ صرف زبان سے کہہ دیں کہ میں اس تحریک آزادی میں شریک نہ تھا میں آپ کا نام پھانسی دینے والوں میں سے نکال دوں گا۔ احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ بات کر کے اللہ رب العزت کے دفتر سے نام نکلو انہیں چاہتا۔ سبحان اللہ تو ان حضرات نے اپنی جان کے نذر انے تو پیش کر دئے مگر انگریز کا ساتھ دینے پر تیار نہ ہوئے۔

### ظلم کی انتہا

مولانا تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تاریخ کالاپانی" میں لکھتے ہیں کہ ہم کئی علماء تھے جن کو گرفتار کر کے امر ترسیل میں رکھا گیا پھر فیصلہ کیا گیا کہ ان کو لا ہو زبھیج دیا جائے۔ جب لا ہو زبھیج دیا گیا تو یہاں کے حکمرانوں نے فیصلہ کیا کہ ان کو سزا دی جائے تاکہ ان کی وجہ سے دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ وہاں کا انگریز حکمران اتنا ظالم تھا کہ اس نے لوہے کے پنجھرے بنائے جن کے چاروں طرف اس نے لوہے کی کیلیں لگوائیں اور اس کے اندر جگدہ اتنی تھوڑی تھی کہ اس میں ایک آدمی فقط بیٹھ سکتا تھا۔ جب آدمی اندر بیٹھتا تو اس کی چاروں طرف کیلیں ہوتیں۔ علمائے کرام کو ان پنجھروں کے اندر بینڈ کر کے ریل کے ڈبے میں ان پنجھروں کو رکھ دیا گیا۔ اس طرح ان کو لا ہو سے ملتاں پہنچایا گیا۔ فرماتے ہیں کہ ریل کے ڈبے کو جھٹکے لگتے تو ہم کبھی ادھر گرتے کبھی ادھر گرتے تو ہمارے کبھی اس طرف کیلیں چھپتیں اور کبھی اس طرف۔ جسم کے چاروں طرف کیلوں کی وجہ سے زخم بن گئے جن میں سے خون جاری رہتا۔

تین مہینے کے اندر ہمیں لا ہو سے ملتاں پہنچایا گیا۔ کئی کئی ہفتے یہ بوگیاں کھڑی رہتیں اور ہماری پرواہی نہ کی جاتی ہم گرمی میں پسینے کی وجہ سے پریشان ہوتے۔ کبھی گرمی میں پیاس کی شدت کی وجہ سے تڑپتے اور کبھی اپنے زخموں کی وجہ سے پریشان ہوتے۔ لگانے کے لئے مر ہم بھی کوئی نہیں ہوتا تھا

اور ہمیں اتنی تکلیف میں رکھا گیا کہ ہم اس کی حقیقت الفاظ میں بیان ہی نہیں کر سکتے۔

تمن مہینے ان کیلوں والے پنجروں میں رہ کر آخر ہم ملائی پہنچے وہاں ہمیں انگریز نے نکالا اور بتا دیا کہ ہمارے لئے پھانسی کا حکم ہو چکا ہے۔ جب ہم نے پھانسی کا حکم نہ تو ہمارے چہروں کے اوپر تازگی آگئی کہ الحمد للہ اب منزل قریب ہے۔

اگلے دن جب انگریز آیا تو اس نے دیکھا کہ علامے کرام کے چہروں پر بڑی تازگی، بڑی رونق اور بڑا اطمینان ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آج تمہارے چہرے پر بہاسکون نظر آ رہا ہے۔ ایک عالم نے کہا اس لئے کہ ہماری شہادت کا وقت قریب ہے۔ جب انگریز نے پہنچا تو وہ سوچنے لگ گیا۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنے افسر سے رابطہ کیا کہ ان کو پھانسی دیں گے تو اس پر یہ خوشیاں منار ہے ہیں اور ہم ان علماء کو خوش نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ان کو ساری عمر کے لئے کالا پانی کے اندر نظر بند کیا جائے۔ چنانچہ اعلان ہوا کہ پھانسی کا فیصلہ واپس لیا جاتا ہے۔ اس موقع پر مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب شعر لکھا۔

مشتحقِ دارِ کو حکمِ نظر بندی ملا  
کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی  
کہ اگر شہادتِ نصیب ہو جاتی تو رہائی ہو جاتی۔ سچان اللہ، شہادت کی  
خاطر کتنا تڑپے والے لوگ تھے۔

## جدبہ جہادِ ختم کرنے کی ناکام کوشش

چنانچہ انگریز نے علماء کو پھانسی دینے کے بعد تیرا کام یہ کیا کہ اس ملک کے اندر کچھ ایسے فرقے دین کے نام پر پیدا کئے جنہوں نے فتویٰ دیا کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے۔ اس تاریخ کے پس منظر میں یہ سب باقی صحیح آسان ہو جائیں گی کہ انگریز کا ساتھ دینے والے کون تھے؟ یعنی میر جعفر اور میر صادق کون تھے جنہیں مر بیع الاث ہو گئے۔ آپ کو بڑے بڑے زمین دار ملیں گے جن کی تاریخ انگریزوں تک ملے گی اور جو حضرات قربانیاں دینے والے ملیں گے ان کی تاریخ ہمارے اسلاف کے ساتھ جا کر ملے گی چنانچہ انگریز نے ان تینوں باتوں پر عمل درآمد کیا۔ قرآن مجید کے نئے ضائع کئے۔ علامے کرام کو شہید کیا اور اس امت سے جدبہ جہادِ ختم کرنے کے لئے جہاد کی حرمت پر فتویٰ جاری کروائے۔

## دس ہزار مدارس بند

مختلف مدارس اس وقت وقف کی جائیداد سے چلا کرتے تھے۔ چنانچہ انگریز نے وقف کی تمام املاک کو اپنے قبضے میں لے لیا اور یوں گویا مدارس کی شہرگ کو کاٹ دیا گیا۔ چنانچہ فقط دہلی شہر میں ایک ہزار مدارس بند ہو گئے۔ بڑے بڑے مدارس کی تعداد دس ہزار تھی جن کو بند کر دیا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ رحیمیہ پر بلڈوزر پھیر دیا گیا اور بالکل برابر رہ دیا گیا۔ انگریز اپنی طرف سے پورا بند و بست کر چکا تھا۔ اس میں اس کو

کئی سال لگے۔

### دارالعلوم دیوبند کا قیام

۱۸۶۱ء میں پھر اللہ کے ایک مقبول بندے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ مسلمانوں سے ان کی دنیا تو چھین لی گئی، یہ کوئی اتنا بڑا نقصان نہیں ہے لیکن مسلمانوں سے تواب ان کا دین چھیننا جا رہا ہے۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ لہذا اس کی تلافی کی کوئی صورت ہونی چاہئے۔ ان کی سرال دیوبند میں تھی اور یہ چھوٹی سی بستی تھی۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء میں انہوں نے اس چھوٹی سی بستی میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ چھوٹی بستی کو اس لئے منتخب کیا گیا کہ بڑے شہر کی سرگرمیاں حکومت وقت کی نظر میں فوراً آجاتی ہیں، چھوٹی بستی سے کام شروع کریں گے تو کسی کی نظر میں ہی نہیں آئیں گے۔ واقعی ان کی بات صحی نکلی۔ ۱۸۶۷ء میں جب انہوں نے یہ کام شروع کیا تو ۳۰ رسمی کا دن تھا اور پندرہ محرم الحرام کی تاریخ بنتی تھی جب دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ انار کے ایک درخت کے نیچے ایک استاد اور ایک شاگرد، پڑھانے والے کا نام ملا مسعود رحمۃ اللہ علیہ اور پڑھنے والے کا نام محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ پہلا قدم جواہر ہایا گیا ہے بالآخر سے کتنا بڑا علمی مرکز بنتا ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کے دلوں کو علمی معارف سے سیراب کرنا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا جب سنگ بنیاد رکھا جانے لگا تو حضرت مولانا محمد

قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعلان فرمایا کہ میں آج دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد ایک ایسی ہستی سے رکھوں گا جس نے اپنی زندگی میں کبیرہ گناہ تو کیا کرنا، دل میں کبھی کبیرہ گناہ کرنے کا مضموم ارادہ بھی نہیں کیا۔

### شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

مولانا اصغر حسین کا نڈھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ منے شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کا قد دیکھنے میں اتنا بڑا نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا تھا۔ وہ گھاس کا نتے اور پیچ کر اپنی زندگی گزارتے تھے۔ وہ تھوڑے تھوڑے پیسے روزانہ بچاتے رہتے۔ پورے سال میں ان کے پاس اتنے پیسے جمع ہو جاتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ کی ایک مرتبہ وہ اپنے گھر میں دعوت کرتے تھے۔ اساتذہ لکھتے ہیں کہ ہم سارا سال ان کی دعوت کے منتظر رہتے کیوں کہ جس دن ہم ان کے گھر کا کھانا کھاتے تھے چالیس دن تک ہمیں اپنی نمازوں کی حضوری میں اضافہ محسوس ہوتا تھا۔ ایسے پرہیز گارا نہیں نے دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھا۔

عبد کے یقین سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل

آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

یہ اخلاص کا ایسا تاج محل بنادیا کہ دنیا میں کوئی اس کی مثال نہیں ملتی۔

یہ وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جن کے ہاتھوں سے رکھی ہوئی ایسٹ میں اتنی برکت پیدا ہوئی کہ اس دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی یونیورسٹی بنایا کہ آج

مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب غرض ہر طرف دارالعلوم کا فیض نظر آتا ہے۔

### دارالعلوم دیوبند کا فیض

اللہ رب العزت نے اس عاجز کو دین کی نسبت سے دنیا کے چالیس سے زیادہ ملکوں میں سفر کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ اس جگہ بھی گئے جہاں جو مہینے دن اور چھ مہینے رات ہوتی، سابقہ یا میں بھی گئے جہاں ہر طرف تجربہ ہوا میں اور برف، ہی برف نظر آئی، ہم نے برف پر نمازیں پڑھیں، ایسی جگہ بھی دیکھی جس کو End of the world (دنیا کا آخری کنارہ) کہتے ہیں۔ حکومت نے یہ بات وہاں لکھی ہوئی ہے۔ کیوں کہ جون کے مہینے میں ایک ایسا دن آتا ہے جب وہاں پر تقریباً ایک لاکھ سیاح اکٹھے ہوتے ہیں۔

وہاں پر ایک دلچسپ منظر یہ ہوتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے لئے سمندر کے پانی کے قریب آتا ہے اور غروب ہونے کے بجائے دوبارہ طلوع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے دنیا کے سامنہ دان اس جگہ کو دنیا کا آخری کنارہ کہتے ہیں۔ افریقہ کے جنگل بھی دیکھے اور امریکہ کی دنیا بھی دیکھی لیکن ایک بات عرض کر دوں کہ یہ عاجز جہاں بھی گیا، آبادی تھی یا جنگل تھا، پہاڑوں کی چوٹیاں تھیں یا زمین کی پستیاں تھیں، وہاں پر دارالعلوم دیوبند کا کوئی نہ کوئی روحانی فرزند بیٹھا دین کا کام کرتا نظر آیا۔ دارالعلوم دیوبند کو اتنی قبولیت حاصل ہو چکی ہے۔

### جبال علم

الحمد للہ یہ قبولیت عند اللہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں اس مادر علمی کے روحانی فرزند بیٹھے ہوئے دین کا کام کر رہے ہیں اور لوگوں کے سینوں کو نور سے بھر رہے ہیں۔ بہر حال علماء دیوبند نے علمی کام جو شروع کیا تو یہاں سے نکلے والے طلباء جبال علم بن گئے۔ ایک ایک طالب علم ایسا تھا کہ جو اپنے وقت کا آفتاب اور ماہتاب ثابت ہوا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ حضرت شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسلاف کے اس علمی و عملی تسلسل کو جاری رکھا۔ انگریز کے خلاف جہاد کی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

### دارالعلوم دیوبند بمقابلہ علی گڑھ کانج

موانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شاگرد تھے۔ ایک کا نام تھا قاسم نائزتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور ایک کا نام تھا احمد خان جو سید احمد خان کے نام سے مشہور ہوا۔ بعد میں اس نے ایک کانج کی بنیاد رکھی۔ علی گڑھ میں اسی نے انگریزی زبان سکھانے کو زیادہ ترجیح دی جب کہ دارالعلوم دیوبند میں خالص تاؤینی علوم کو پڑھانے پر زیادہ توجہ دی گئی تو یہ دونوں بڑی درس گاہیں اس وقت کی تھیں۔ علی گڑھ نے کلرک پیدا کئے لیکن دیوبند نے محدثین و مفسرین پیدا کئے اور منبر و محراب کو سلامت رکھا۔

### شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی علی گڑھ آمد

۱۹۲۰ء میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھ تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں جا کر اپنے اسلاف کی اس تاریخ کو بیان کیا۔ اس کو سن کر علی گڑھ کے طلباء میں دین کا درد پیدا ہوا اور اس کے بعد پھر وہاں سے مولانا محمد علی جو ہر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شوکت علی اور شبیلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ یہ اصل میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جذبہ جہاد تھا جس نے طلباء کے دلوں کو سوز عشق سے بھر دیا تھا۔ جب آپ نے تقریر کر لی تو چند طالب علموں نے ایک سوال پوچھا کہ آپ انگریز کے ساتھ صلح کیوں نہیں کر لیتے؟ حضرت شیخ الہند ہائے یہ صرف تمنا کی زبان سے دوریاں اس قدر یہ سختیاں دشواریاں مجبوریاں یاد ایام جفا آخر بھلامیں کس طرح دل فرنگی سے لگائیں تو لگائیں کس طرح اس کے بعد ان طلباء کو پتہ چلا کہ ہمارے راستے جدا ہیں ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہونا مشکل ہے۔ ان کا دین اور ہے اور ہمارا دین اور ہے حضرت مولانا محمد قاسم نانو توی کا علمی فیض

دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا قاسم نانو توی رحمۃ اللہ علیہ کی جلیل القدر شخصیت کا علمی فیض بہت زیادہ تھا۔ شاہ جہان پور میں ایک مباحثہ ہوا کرتا

تھا جس میں ہند و اور عیسائی سب مذاہب کے لوگ آتے تھے۔ حضرت نے وہاں جا کر اسلام کے عنوان پر بیان کیا۔ حتیٰ کے غیر مسلموں کو لاجواب کر دیا۔ آج کل مباحثہ شاہ جہان پور کے نام سے بازاروں میں چھوٹا سا پمبلٹ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فلسفہ اور منطق کا وہ علم دیا تھا کہ کوئی ان کے سامنے خبر نہیں سکتا تھا۔

### شورش کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اظہار عقیدت

شورش نے حضرت مولانا قاسم نانو توی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا شافع کون و مکان کی راہ دکھلاتا رہا گمراہان شرک کو توحید سکھلاتا رہا اس صدی میں عصر حاضر کا فقیہ بے مثال سنت خیر الورا کے زمزے گاتا رہا پرچم اسلام ابر درخشاں کے روپ میں بت کدوں کی چار دیواری پر لہراتا رہا مولانا محمد قاسم نانو توی اور عشق رسول ﷺ میں جانیا یہاں دل میں عشق رسول ﷺ میں جانیا ہے اس قدر تھا کہ ان کا نعتیہ کلام پڑھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں عجیب اشعار لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے  
نقش روئے محمد بنایا گیا  
پھر اسی نور سے مانگ کر روشنی  
بزم کون و مکان کو سجا�ا گیا  
وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی  
حسن فطرت کا شاہد بھی مشہود بھی  
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی  
ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا  
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں عجیب اشعار کہا کرتے تھے۔ ج پر  
حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنے جوتے اتار دئے۔ نازک بدن تھے کسی نے  
کہا، حضرت! آپ کے پاؤں زخمی ہو جائیں گے۔ فرمایا، ہاں میں نے جوتے  
اس لئے اتار دئے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ جس جگہ پر میرے آقا بھائیہ کے مبارک  
قدم لگے ہوں قاسم نانوتوی کا جوتوں والا پاؤں عین اسی جگہ پر پڑ جائے۔  
چنانچہ فرماتے ہیں۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ  
کہ ہو سگان مدینہ میں نام میرا شمار  
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھر وہ  
مردوں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار

سبحان اللہ، عشق رسول ﷺ سے ان کا دل بھرا ہوا تھا۔  
ایک مرتبہ روضہ انور پر تشریف لے گئے تو وہاں جا کر عجیب شعر کہے  
دمکتا رہے تیرے روپے کا منظر  
چمکتی رہے تیرے روپے کی جائی  
ہمیں بھی عطا ہو وہ جذب ابو ذرؓ  
ہمیں بھی عطا ہو وہ روح بلاقؓ  
ایک مرتبہ آپ کو جو گردہ مبارک کے اندر جانے کا موقع ملا جب مجرہ  
مبارک کے اندر گئے تو واپسی پر آپ کے اوپر ایک عجیب کیفیت تھی۔ لوگوں  
نے دیکھا کہ بڑا پر انور چہرہ اور عجیب کیفیت ہے تو کسی شاگرد نے پوچھا کہ  
حضرت! اندر کیفیت کیا تھی؟ تو حضرت نے اشعار میں جواب دے دیا۔  
فرمایا

میرے آقا کا مجھ پر تو اتنا کرم تھا  
بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے  
یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ تھا  
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے  
جب مدینہ طیبہ سے واپس ہونے لگے اور آخری وقت آپ نے روضہ  
انور پر نظر ڈالی تو اس وقت آپ نے یہ شعر پڑھا۔  
ہزاروں بار تجوہ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا  
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجوہ سے جدا ہوتا

اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ کی محبت ان کے دل میں سمائی ہوئی تھی۔

### اتباع سنت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس محبت کی وجہ سے ایک ایک سنت پر ان کا عمل تھا۔ ایک مرتبہ حضرت نانو توی رحمۃ اللہ علیہ کی موت کے وارث جاری کر دئے گئے۔ جب پتہ چلا تو آپ روپوش ہو گئے۔ روپوش ہونے کے پورے ۳ دن بعد آپ باہر نکل آئے۔ کسی نے کہا کہ حضرت انگریز آپ کو ڈھونڈ رہا ہے اور آپ کی موت کے وارث جاری ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں نے اپنے آقا کی زندگی پر غور کیا مجھے غارثوں میں روپوشی کے تین دن نظر آتے ہیں۔ لہذا میں بھی تین دن غائب رہا۔ اس کے بعد باہر نکل آیا ہوں۔ انگریز اگر پکڑ لیں تو میں اپنی جان کا نذر رانہ اللہ کے سپرد کر جاؤں گا۔ سنت کا اتنا لحاظ اور خیال رکھا کرتے تھے۔

### مولانا شید احمد گنگوہیؒ اور عشق رسول ﷺ

حضرت مولانا شید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس دارالعلوم دیوبند کے دوسرے سپوت تھے۔ اپنے وقت کے بے مثال فقیہ تھے۔ فتاویٰ رشیدیہ اکثر علماء کی نظروں سے گزرتا رہتا ہے۔ اللہ رب العزت نے ان کو قطب الارشاد بنادیا۔ چالیس سال تک حدیث پاک کا درس دیا اور اتنی محبت کے ساتھ درس

دیا کہ ایک مرتبہ طلباء کو درس حدیث پڑھا رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہو گئی۔ طلباء نے فوراً اپنی کتابیں بغل میں دبائیں اور اپنے کمروں کی طرف بھاگے۔ ان کے جوتے وہیں رہ گئے۔ حضرت نے اپنے رومال کو وہیں بچھایا اور ان طلباء کے جوتے اس رومال کے اندر رکھے، گھٹری بنائی اور اپنے سر پر اٹھا کر کمرے میں لے آئے۔ جب طلباء نے دیکھا تو ان کی چینیں نکل گئیں۔ کہنے لگے حضرت! آپ ہمارے جوتے اٹھا کر لے آئے۔ ہم خود اٹھا لیتے۔ آپ نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ جو لوگ قال اللہ اور قال الرسول پڑھتے ہیں میں ان کے جوتے نہیں اٹھاؤں گا تو پھر اور کیا کروں گا۔ اندازہ لگائیے کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیسی محبت تھی۔

کسی نے مسجد نبوی کی تھوڑی سی مٹی لا کر دی اور کہا جمرے کی صفائی کرتے ہوئے میں یہ مٹی لے کر آیا ہوں تو آپ نے اس کو اپنی سرمه کی شیشی میں ڈال دیا۔ فرمایا، اچھا اگر یہ روضہ انور کی مٹی ہے تو ہم اسے اپنی آنکھوں کا سرمه بنالیں گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کی چند کھجوریں ملیں۔ آپ نے شاگرد سے کہا کہ میرے جتنے دوست ہیں ان کی فہرست بناؤ اور ان کھجوروں کے اتنے حصے کروتا کہ سب کو بدیہی بھجیں۔ اس نے کہا حضرت! یہ کھجور کا ملکہ را تو بہت ہی چھوٹا ہے۔ فرمایا، اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں تجھ سے بولنا چھوڑ دیتا۔ اس نے کہ مدینہ کی کھجور کے نکڑے کو تو نے چھوٹا کہہ دیا۔ یہ

چھوٹے کا لفظ ہی استعمال کیوں کیا۔ اتنی محبت تھی۔ چنانچہ جب کھجور کھایتے تو سمجھلی کو پیس کر اس کا برا دہ منہ میں لے کر اوپر سے پانی پی لیا کرتے تھے تاکہ وہ بھی جزو بدن بن جائے۔

### حضرت شیخ البند رحمۃ اللہ علیہ اور خوف خدا

حضرت شیخ البند رحمۃ اللہ علیہ وہ دارالعلوم دیوبند کے تیرے سپوت تھے جنہوں نے انگریز کے خلاف آزادی حاصل کرنے کے لئے بہت نمایاں کام کیا۔ ان کے بارے میں شورش کشیری لکھتے ہیں۔

گردش دوران کی معنی سے مگر اتا رہا  
مالٹا میں نغمہ مہر و وفا گاتا رہا

مالٹا میں آپ کو قید کر دیا گیا۔ پابند سلاسل رہے۔ ان کے کچھ اور شاگرد  
حضرت مولانا حسین احمد مدینی، حضرت مولانا عزیز گل وغیرہ بھی ساتھ تھے۔  
انگریز نے ان پر بہت سختیاں کیں۔ مگر یہ اپنی بات پر ڈلنے رہے۔

ایک عجیب واقعہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب انگریز نے یہ فیصلہ کر دیا  
کہ ان کو پھانسی دے دی جائے تو یہ اطلاع ملنے کے بعد حضرت شیخ البند رحمۃ  
اللہ علیہ پر بہت گریہ طاری رہتا تھا۔ آپ نے بہت زیادہ رونا شروع کر دیا۔

آپ کے شاگرد حیران ہوتے کہ ہمیں پھانسی کا حکم ہو گیا ہے تو یہ خوشی کی بات  
ہے لیکن جب اپنے شیخ کو دیکھتے تو وہ خوب کثرت کے ساتھ رو تے اور گریہ  
بکامیج و شام کرتے نظر آتے ہیں۔ دل اتنا زم ہو چکا تھا کہ ذرا زراسی بات پر

رو نے لگ جاتے۔ حتیٰ کہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عزیز گل رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں سوچا کہ ہم کسی وقت حضرت کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اتنا رونے کی کیا وجہ ہے۔ اگر پھانسی کا حکم آچکا ہے تو یہ خوشی کی بات ہے۔ اس میں گھبرا نے کی کوئی بات نہیں۔

چنانچہ ایک موقع پر کھانے سے پہلے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت!  
آپ آج کل بہت زیادہ روتے ہیں، آپ کے اوپر بہت زیادہ گریہ طاری ہوتا ہے آخر کیا وجہ ہے۔ پھانسی کا حکم صادر ہو چکا ہے تو یہ خوشی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جان کو اپنے راستے میں قبول کر لیں گے۔ یہ تو کوئی ایسی رونے والی بات نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضرت شیخ البند رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت ان کو ذرا رعب بھری نظروں سے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ ہمارے تو اس وقت پسینے چھوٹ گئے کہ حضرت اتنے جلال سے ہمیں دیکھ رہے ہیں اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو میں موت کے خوف سے یا پھانسی کے خوف سے نہیں روتا بلکہ میرے ذہن میں کوئی اور بات ہے۔  
انہوں نے عرض کیا، حضرت! پھر کچھ ہمیں بھی بتا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا میرے دل میں یہ بات آگئی کہ اللہ رب العزت بے نیاز ہیں، میں اس کی شان بے نیازی کی وجہ سے روتا ہوں۔ اس لئے کہ کبھی کبھی وہ بندے سے جان بھی لے لیا کرتا ہے اور اس کی جان کو قبول بھی نہیں کیا کرتا۔ میں تو اس لئے روتا ہوں کہ اے اللہ! اگر تو نے جان لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میرے مولا! اس کو قبول بھی فرمایا۔

تشدد کی انتہا

حکیم اجمل خان آپ کے مریدین میں سے تھا۔ آپ بیمار تھے اور اس کے یہاں علاجِ معالجہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ وہیں ۱۹۲۰ء میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں سے جنازہ انھیا گیا۔ جب ان کو غسل دیا جانے لگا تو غسل دینے والے نے دیکھا کہ آپ کی پشت کے اوپر گھرے زخم کے نشان موجود ہیں۔ ایسی پشت کبھی دیکھی نہیں تھی۔ لوگ پریشان تھے کہ آخر یہ کیا بات تھی کہ آپ کی پشت پر اتنے گھرے گھرے نشان ہیں۔

حضرت مدی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کلکتہ میں تھے۔ وہ بھی وفات کی خبر سن کر وہاں پہنچے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت راز فاش کیا اور کہا کہ اصل میں ماٹا میں ان کو آگ کے انگاروں پر لٹایا جاتا اور انگریز کہتا کہ تم ہمارے ساتھ وفاداری کا عہد کرو اور ہمارے حق میں فتویٰ دو، ورنہ ہم تمہیں آگ کے انگاروں پر لٹائے رکھیں گے۔ حضرت کے خون سے آگ کے انگارے بجھتے، اتنی تکلیف انھاتے مگر انگریز سے کہتے رہتے، انگریز! میں کبھی تیرے حق میں فتویٰ نہیں دے سکتا۔ ارے میں بلال رضی اللہ عنہ کا وارث ہوں، جن کوریت کے اوپر لٹایا جاتا تھا اور سینے پر چمنا میں رکھ دی جاتی تھیں۔ میں تو خبیب رضی اللہ عنہ کا وارث ہوں جن کی کمر کے اوپر زخموں کے نشانات تھے۔ میں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وارث ہوں جن کے چہرے پر سیاہی مل کے ان کو مدینہ بھر میں پھرایا گیا تھا۔ میں تو

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وارث ہوں جن کا جنازہ جمل سے نکلا تھا۔ میں تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا وارث ہوں جن کو ستر کوڑے لگائے گئے تھے۔ میں علمی وارث ہوں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا میں روحانی فرزند ہوں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا، بھلا میں تمہاری اس بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ چنانچہ سب تکالیفوں کو برداشت کر لیتے تھے مگر زبان سے انگریز کے حق میں کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ یہ ان کی قربانیاں تھیں بالآخر انگریز کو پچھے ہٹنا پڑا۔ انگریز نے پہلے فیصلہ کیا تھا کہ ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ پھانسی نہیں دیتے چلو چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ انگریز کو فیصلہ بد لانا پڑا۔ اللہ رب العزت نے ان کی عزم و استقامت کی وجہ سے ان کو کامیابی عطا فرمادی۔ کتنی عجیب بات کی!

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا  
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پہ نہیں گرتا  
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا  
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا  
آپ تو سمندر تھے بھلا دریا میں کیسے گر سکتے تھے۔ آپ کے اس عزم و  
استقامت کو سلام کرنا چاہئے۔ اس وجہ سے اللہ رب العزت نے آپ کو یہ  
عظمت عطا فرمائی کہ الحمد للہ آپ کا علمی فیض خوب پھیلایا۔

## مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی مادر علمی کے فرزند ارجمند تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کو علم کا وہ مقام عطا فرمایا تھا کہ ایک ہی وقت میں مفسر بھی تھے، فقیر بھی تھے اور صوفی بھی تھے۔ اللہ رب العزت نے دین کے بر شعبے میں ان کو بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ زمانہ طالب علمی سے آپ کے اندر علمی جواہر نظر آرہے تھے۔ چنانچہ فارغ التحصیل ہوئے تو دارالعلوم کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ ان طلباء کی دستار بندی کی جائے۔ آپ اپنے چند طلباء اور ساتھیوں کو ساتھ لے کر حضرت شیخ البند کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضرت ہم ایک فریاد لے کر آئے ہیں۔ آپ اسے پورا کر دیجئے۔ پوچھا، کون کی بات ہے؟ عرض کرنے لگے کہ حضرت! ہم نے کتابیں تو مکمل کر لیں، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ کی انتظامیہ ہماری دستار بندی کروانا چاہتی ہے۔ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ ہم قابل نہیں، اگر ہماری دستار بندی کرو دی گئی تو دارالعلوم کی بدنامی ہو جائے گی کہ ایسے نالائق طلباء کی دستار بندی کروادی ہے۔ آپ مہربانی فرمائیے اور دستار بندی نہ کروائیے۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو شیخ البند رحمۃ اللہ علیہ کو جلال آگیا، فرمایا اشرف علی! تم اپنے اساتذہ کے سامنے رہتے ہو اس لئے تمہیں اپنا آپ نظر نہیں آتا، جب ہم نہیں ہوں گے تو پھر تم ہی تم ہو گے اور واقعی وہی ہوا کہ جب یہ اساتذہ فوت ہو گئے تو پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کا ذکر نہ کا بجا کرتا تھا۔ سبحان اللہ، تھانے

بھون کی خانقاہ اصلاح کے لئے اپنی مثال آپ تھی۔

## کتابوں کی تعداد

ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے اوپر (P.H.D.) پی ایچ ڈی کی۔ اس نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۸۰۰ کتابوں کی فہرست بنائی جنہیں آپ نے اپنی زندگی میں خود لکھا یا ہدایات دے کر اپنے شاگردوں سے لکھوا ہیں۔

## حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال حافظہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ان کو وہ قوت حافظہ عطا کی تھی کہ اس کی مثال اس قریب کے دور میں کہیں نہیں ملتی۔ مرزا یوں نے بہاولپور میں جب انگریز کی عدالت کے اندر مقدمہ لڑا اس وقت انہوں نے ایک تحریر پیش کی جس تحریر سے ان کے حق میں کوئی بات ثابت ہوتی تھی۔ اس تحریر کو پڑھ کر یہی محسوس ہوتا تھا کہ ان کی بات صحی ہے۔ انگریز نجح نے حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ تو جو بات کر رہے ہیں اس کی دلیل بھی دے رہے رہے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ ذرا یہ کتاب مجھے دکھادیں۔ آپ نے کتاب دیکھی اور فرمایا کہ یہ لوگ دھوکہ دینا چاہتے ہیں، میں دھوکے میں آنے والا نہیں۔ میں نے آج سے ۲۷ رسال پہلے یہ کتاب دیکھی تھی اور مجھے عبارت آج بھی یاد ہے۔ انہوں نے درمیان سے ایک سطر کو حذف کر دیا ہے، لہذا دوسرا نسخہ منگوایا

جائے۔ چنانچہ دوسرانہ منگوایا تو اس میں وہ سطراً قعی موجود تھی۔ جس سے مطلب مسلمانوں کے حق میں آتا تھا اور ان مرزا یوسُوں کی دھوکہ دہی بے نقاب ہو گئی۔ لوگ حیران ہو گئے کہ ۲۷ رسال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا متن اس وقت بھی زبان یاد تھا۔ اللہ رب العزت نے بے مثال قوت حافظہ ان کو عطا فرمائی تھی۔

### ہندوؤں کا قبول اسلام

چند ہندوآپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ لوگوں نے ہندوؤں سے کہا کہ تم مسلمان کیوں ہو گئے تو انہوں نے حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہوا سکتا۔ ہم نے یہ چہرہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ایسا کمال عطا کیا تھا۔

### حضرت مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسول ﷺ

حضرت مولانا حسین احمد مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اللہ رب العزت نے عشق رسول ﷺ خوب بھر دیا تھا۔ ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ذی الحجہ کے جب پہلے دس دن آتے تو ان کی طبیعت کے اندر بے قراری آتی۔ چنانچہ ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں جسم یہاں ہوتا مگر دل وہاں ہوتا۔ سارا دن وہیں کے بارے میں سوچتے رہتے حتیٰ کہ دستِ خوان پر روٹی کھانے بیٹھتے تو بعض اوقات روٹی کھاتے اٹھتے جاتے اور کھڑے ہو کر کہتے، معلوم نہیں عشق کیا کر رہے ہوں گے۔ کوئی غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعا میں

مانگ رہا ہوگا، کوئی مقام ابراہیم پر بجہہ ریز ہوگا، تو آپ ان کا تصورہ ہن میں لا کر کہتے معلوم نہیں عشق کیا کر رہے ہوں گے۔ اس طرح آپ کو کھانا اچھا نہ لگتا، کبھی آسان کی طرف دیکھ کر کہتے، معلوم نہیں عشق کیا کر رہے ہوں گے اللہ رب العزت کو یہ بات پسند آئی تو اللہ تعالیٰ نے حریم شریفین کا دروازہ ان کے لئے کھول دیا۔ ایک مرتبہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ آپ ہندستان کے ان بزرگزیدہ علماء میں سے ہیں جن کو اٹھارہ سال مسجد بنوی میں تعلیم میں درس حدیث دینے کی توفیق نصیب ہوئی۔ سبحان اللہ، وہاں حدیث پڑھاتے ہوئے ادھر گنبد خضرا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے قال هذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم جرأت ہو تو ایسی

اللہ رب العزت نے دل میں جرأت اتنی دی تھی کہ جب وینہ ہاں کراچی میں انگریز نے ان کو عدالت کے اندر حاضر کیا تو انگریز نے کہا، کہ حسین احمد! تمہیں پتہ ہے کہ تم نے ہمارے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، کہ ہاں مجھے پتہ ہے۔ اس نے کہا، کیا پتہ ہے؟ آپ نے اپنے کندھے کی سفید چادر اس کو دکھادی۔ انگریز نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا، کہ یہ میرا کفن ہے جو میں اپنے کندھے پر لئے پھرتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ میری موت کا حکم صادر ہو جائے گا۔ مجھے پھانسی چڑھادی جائے گی تو مجھے کسی سے اپنا کفن مانگنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔

تذکرہ ہے۔ تو علمائے دیوبند چنے ہوئے لوگ تھے اگر ان کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو ان کی زندگیوں میں عجیب تناسب نظر آتا ہے۔ آپ کے سامنے دو تین مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

آپ ذرا غور کیجئے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۳۹ھ میں ہوئی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۳۷ھ میں ہوئی۔ تقریباً سو سال کا فرق ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی مجاہد تھے، شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی مجاہد تھے، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا تھا اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کے اوپر عمل کر کے دکھادیا تھا۔ تقریباً ایک سو سال کے بعد ان کی وفات ہو رہی ہے۔

۱۰۰ سال کا یہ وقفہ اتفاقی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہ قدرت کا چنان و نظر آتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۳۶ھ میں ہوئی اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے شرک و بدعت کو ختم کیا تو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان لکھ کر شرک کی جزیں کاٹ کر رکھ دیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بدعاں کا قلع قع کر دیا تھا۔ ان دونوں کی وفات میں بھی پورے ۱۰۰ سال کا فرق بتاتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہوئی تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بھی علم کے سمندر تھے اور حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی علم کے سمندر

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مفسر ہے  
جسے مرتا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا  
یہ لوگ تھے جنہوں نے ورثة الانبیاء ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔

### متقد میں کا قافلہ

علمائے دیوبند کے بارے میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”صحابہ کرام کا ایک قافلہ جا رہا تھا ان میں سے چند ارواح کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے روک لیا۔ یہ وہی روحیں تھیں جن کو اس دور کے اندر پیدا کر دیا تاکہ بعد میں آنے والے متاخرین متقد میں کی زندگی کے نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔“

اور واقعی ان کی اتباع سنت کو دیکھیں، ان کے تقویٰ کو دیکھیں تو یہی نظر آتا ہے کہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک یہ حضرات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں سے بجے ہوئے تھے۔

### اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنان و

یہ کوئی اتفاقی باتیں نہیں تھیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنان و معلوم ہوتا ہے۔ دیکھئے ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر صدی کے آخر پر اللہ تعالیٰ ایک بندے کو پیدا فرماتا ہے جو مجدد ہوتا ہے، جو دین کی تجدید کا کام کرتا ہے، جو شرک و بدعاں و رسومات کو ختم کر دیتا ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے تو ۱۰۰ سال کے بارے میں حدیث پاک میں بھی اس کا

تھے۔ یوں لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک چناؤ ہے۔ ایک بندہ جب دنیا سے رخصت ہوتا تھا اللہ دوسرے بندے کو پیدا فرمادیتے ہیں اور آئندہ آنے والے ۱۰۰ ارسال میں وہ بندہ کام کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے علمائے اہل سنت والجماعت دیوبند سے دین کا کام لیا تو ہمارا ان کے ساتھ روحانی، علمی تعلق ہے۔ الحمد للہ آج ان حضرات کے علمی فرزند موجود ہیں۔ جن حضرات نے نبی علیہ السلام کی ایک ایک سنت پر عمل کیا اور انہوں نے دین کے پرچم لہرا دیئے۔ انگریز کے خلاف جہاد کیا جس کی وجہ سے آج ہم آزادی کا سائبنس لے دے ہے ہیں۔ ہمارا علمی رشتہ ان سے لے کر نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔

### ہم پئے کے آم نہیں

ہم کوئی پئے کے آم نہیں ہیں۔ آپ نے یہ الفاظ پہلے بھی سنے ہوں گے کہ آم کا باغ ہوتا ہے تو اس میں مختلف نسل کے آم ہوتے ہیں۔ باغ کا مالی جس درخت سے آم تو زتا ہے تو وہ نوکری میں ڈال کر نام لکھ دیتا ہے کہ یہ فلاں نسل کے آم ہیں۔ چنانچہ منڈی میں آکر آم نسل کے نام سے بکتے ہیں۔ نام سے بننے کی وجہ سے ان کی قیمت زیادہ لگتی ہے۔ لیکن کچھ آم ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو پرندے خود توڑ کے چھینک دیتے ہیں وہ بہت سارے آپس میں مل جاتے ہیں تو ان کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس نسل کے ہیں۔ ان کو باغ والا آدمی نوکری بھر دیتا ہے اور لکھ دیتا ہے کہ یہ پئے کے آم ہیں۔ مجھے ان کی نسل کا پتہ

نہیں ہے۔ پئے کے آم خریدنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔

### مقدس علمی رشتہ

ہم رات کے اندر ہیرے میں نہیں بلکہ دن کی روشنی میں کہتے ہیں کہ ہم پئے کے آم نہیں ہیں بلکہ ہمارا علمی رشتہ نبی آخر الزماں تک پہنچتا ہے۔ علمائے دیوبند کو اللہ رب العزت نے جو علمی کمالات عطا کئے الحمد للہ ان علمی کمالات کا رشتہ نبی علیہ المصراۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ علماء دیوبند کے سر خلیل امام حضرت مولانا قاسم نانو توی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

☆ حضرت مولانا قاسم نانو توی نے دین سیکھا حضرت شاہ عبدالغفاری سے

☆ حضرت شاہ عبدالغفاری نے دین سیکھا شاہ حضرت اسحاق سے۔

☆ حضرت شاہ اسحاق نے دین سیکھا حضرت شاہ عبدالعزیز سے۔

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز نے دین سیکھا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے

☆ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے دین سیکھا حضرت ابو طاہر مدینی سے

☆ حضرت شیخ ابو طاہر مدینی نے دین سیکھا حضرت حسام الدین سے۔

☆ حضرت شیخ حسام الدین نے دین سیکھا حضرت ربع بن سعید سے۔

☆ حضرت ربع بن سعید نے دین سیکھا حضرت ابو اسحاق مدینی سے۔

☆ حضرت ابو اسحاق مدینی نے دین سیکھا حضرت امام محمد بن اسماعیل

بخاری سے۔

☆ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری نے دین سیکھا حضرت امام محمد بن معین سے۔

☆ حضرت امام محمد بن معین نے دین سیکھا حضرت امام ابو یوسف سے۔

☆ حضرت امام یوسف نے دین سیکھا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے۔

☆ حضرت امام ابوحنیفہ نے دین سیکھا حضرت امام حماد سے۔

☆ حضرت امام حماد نے دین سیکھا حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود نے دین سیکھا

حضرت محمد ﷺ سے

الحمد لله ثم الحمد لله کہ ہماری یہ علمی اور روحانی نسبت نبی علیہ السلام کے ساتھ جا کر ملتی ہے۔

ذکر کا بنیادی مقصد

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کے رگ رگ اور ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔ جو اذکار بتائے جاتے ہیں اور تزکیہ نفس کی جو محنت کروائی جاتی ہے اس کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اس ذکر کے کرنے سے اندر ایسی کیفیت آجائی ہے کہ دل منور ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ علوم و معارف کی بارشیں کر دیا کرتے ہیں۔

## علوم و معارف کی بارش

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ ہم شیخ الہند سے جلالین شریف پڑھا کرتے تھے اور میں تکرار کے وقت طلباء کا مانیٹر تھا۔ میرے ذمے تکرار ہوتی تھی۔ ایک دفعہ تکرار کرتے ہوئے ایک اشکال وارد ہوا جو رفع ہی نہیں ہوتا تھا۔ سب طلباء نے سوچا مگر کسی کے ذہن میں جواب نہیں آیا۔ بالآخر سب طلباء نے کہا کہ تم چوں کہ ذمہ دار ہو اس لئے کل کے درس سے پہلے حضرت سے اس کا جواب پوچھلو۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ اگلے دن میں نے جلالین شریف اپنی بغل میں لی اور فجر کے لئے مسجد میں آگیا۔

سردی کا موسم تھا میں نے فجر کی نماز پڑھتے ہی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے قریب جانے کی کوشش کی۔ مسجد کے ساتھ ہی ان کا جمرہ تھا۔ میرے جانے سے پہلے وہ جمرے میں تشریف لے گئے اور دروازے کی کنڈی بند کر لی۔ میں دیر سے پہنچا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اشرف علی! تجھے اپنے نفس کو سزا دینی چاہئے کہ نکلنے میں تاخیر کیوں ہوئی۔ چنانچہ سردی کے موسم میں میں دروازے کے باہر کھڑا ہو گیا کہ جب حضرت اشراق پڑھ کر نکلیں گے تو میں حضرت سے ان کا جواب پوچھ لوں گا۔ فرماتے ہیں کہ میں سردی سے ٹھہر رہا تھا لیکن ذرا کان جو گائے تو اندر حضرت بیٹھے لا الہ کاظم کر رہے تھے۔ فرمایا ذکر تو حضرت کر رہے تھے لیکن سن کر مزہ مجھے آرہا تھا۔ اللہ رب

العزت نے ان کو وہ ذوق عطا کیا تھا کہ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے سننے والوں کو وجود آ جاتا تھا۔

حضرت نے اشراق پڑھی تو اس کے بعد دروازہ کھولا، میں حیران ہوا کہ سردی کے موسم میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے۔ ذکر کی حرارت پیشانی پر پسینے کی شکل میں ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا، اشرف علی! تم یہاں کیسے کھڑے ہو؟ میں نے کہا، حضرت! ایک بات پوچھنی ہے۔ میں نے کتاب کھول دی۔ حضرت نے دیکھا تو اس کے متعلق تقریر فرمائی شروع کر دی۔ کہتے ہیں کہ حضرت تقریر فرماتے رہے، الفاظ بھی میرے لئے غیر مانوس تھے اور معانی بھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ حضرت نے تقریر فرم کر کہا، اشرف علی! تم سمجھ گئے ہو؟ میں نے کہا، حضرت! کچھ سمجھ نہیں آئی۔ میں نے دل میں کہا، حضرت! کچھ نزول فرمائیے تاکہ مجھے بھی بات سمجھ آ سکے۔ حضرت نے دوبارہ تقریر کرنی شروع کر دی۔ دوبارہ جب تقریر کی تو الفاظ تو مجھے کچھ مانوس محسوس ہوتے تھے، سے ہوئے تھے لیکن مطلب پھر بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ حضرت نے تقریر مکمل کی۔ دوسری مرتبہ فرمایا، اشرف علی! اب تمہیں بات سمجھ آئی۔ میں نے کہا، حضرت! اب بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ حضرت نے فرمایا، اشرف علی! میری اس وقت کی باتیں تمہارے فہم و ادراک سے بالا ہیں لہذا کسی اور وقت میں مجھ سے پوچھ لینا۔

الحمد للہ، ہم ان اساتذہ کے شاگرد ہیں جو اللہ رب العزت کا ذکر کرتے

تھے تو علوم و معارف کی اتنی بارش ہوتی تھی کہ ایک ہی مضمون کو کئی کئی انداز سے بیان کرتے تھے مگر سمجھنے والوں کے فہم و ادراک سے بالا ہوا کرتی تھیں۔

اُولَئِكَ آبَائِيْ فِيْ جِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ  
إِذَا جَمِعْتَنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعِ  
اللَّهُرَبُ الْعَزَّتُ هُمْ إِنَّ اسْلَافَ كَنْقِشْ قَدْمَ پَرْ زَنْدَگَى گَزَارَنَے کَيْ  
تُوفِيقٌ عَطَا فَرِمَادَ، ہمیں اپنے آپ پر محنت کرنے اور اپنے علم پر عمل کرنے  
کی، اپنے اندر سے دور نگی ختم کرنے کی اور اپنے اندر سے معصیت ختم کرنے  
کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین  
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

## مُلَسَّتٌ

ہر قسم کی دینی، علمی، ادبی، تبلیغی، درسی وغیر درسی کتابیں ہم سے طلب کریں۔ اگر کوئی کتاب ہماری فہرست کتب میں نہ ہو تو تب بھی آپ ہمیں لکھنے ہم اس کو تلاش کر کے حاضر خدمت کریں گے۔ صرف ایک خط لکھ کر اپنی من پسند کتابیں ہم سے طلب کریں۔

**K.K. FAKHRIA**

P. O. Deoband 247554 (U.P.)

## میزان العلوم شرح سلم العلوم

از: مولانا مفتی شکیل احمد سیتاپوری  
سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

فن منطق کی معرکۃ الآراء کتاب سلم العلوم پر اردو زبان میں ایک نادر شرح میزان العلوم جس میں متن کی پوری وضاحت کی گئی ہے اور الجھادینے والے اعتراضات اور جوابات سے حتی الامکان احتراز کیا گیا ہے، زبان سلیمیں ہے اور انداز بیان شستہ اور شلغفتہ۔

ناشر

**کتب خانہ فخریہ**

دیوبند یوپی 247554

## خوش خبری

ایمان کی تازگی کے لئے

حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے اور ہمارے یہاں سے بذریعہ ڈاک منگائیجئے۔

ہم دینی کتابیں بہت ہی رعایت سے فروخت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ خدمت کا موقع ضرور دیں۔

ناشر

**کتب خانہ فخریہ**

دیوبند یوپی 247554

انداز بیاں گر چہ بہت شوخ نہیں ہے  
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

## گوہر علم جوہر سیرت

از مولانا مفتی شکیل احمد صاحب سیتاپوری

سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

- تقریر کی یہ چھوٹی سی کتاب طلبہ مدارس اسلامیہ میں بے حد مقبول ہے۔
- اگر آپ تقریری میدان میں سب پر سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔
- اگر آپ بہترین مقرر بننا چاہتے ہیں۔
- اگر آپ سیرت طیبہ ﷺ کو بیان کرنے کا صحیح طریقہ سمجھنا چاہتے ہیں۔

تو آج ہی اس گوہر نایاب کو اپنے علمی خزانے میں محفوظ کر لیجئے۔

ناشر

کتب خانہ فخریہ دیوبند

## پیر فقیر حضرت مولانا ذوالفقار احمد القشبندی کی تصانیف

- انبیا کرام کی سرز میں میں چند روز
- آزاد ریاستوں کے چشم دید حالات
- نماز کے ادبی اسرار و رموز
- خواتین اسلام کے کارنامے
- خواتین کیلئے تربیتی بیانات
- دعا میں قبول نہ ہونے کی وجوہات
- ذرائم ہوتی یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی
- رہے سلامت تمہاری نسبت
- سنت نبوی اور جدید سائنسی اکتشافات
- عمل سے زندگی بنتی ہے
- فقیر کا پیغام نئی نسل کے نام
- قرآن کے اسرار و رموز
- کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے
- لاہور سے تاخاک بخارہ و سمرقند
- مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول
- حیا اور پاک دامنی
- موت کی تیاری
- ملفوظات فقیر
- محسینین اسلام
- عشق رسول ﷺ
- عشق الہی
- سکون خانہ
- سکون دل
- ززلہ
- دوائے دل
- خطبات ذوالفقار
- تمنائے دل
- پریشانیوں کا حل
- تصوف و سلوک
- با ادب بانصیب



**K.K. FAKHRIA**  
**P.O. DEOBAND (U.P.)**  
Pin-247554 Mob.09359230484